ڈاکٹر محمد حنیف

حیات و آثار

حضرت صاحبزادہ محمدّی پشاوری رحمۃ اللہ علیہ

خاندانی حالات

حضرت صاحبزادہ محمدّیؒ نسباً افغان اور "ترکانی" قبیلے کے ایک مشہور مذہبی اور علمی خاندان کے چشم و چراغ تھے۔ ان کے اسلاف میں متعدد باکمال اور خدارسیدہ بزرگ گزرے ہیں۔ ان کے پردادا حضرت کلاخان شہیدؒ حدود ۱۰۷۰ھ/۱۶۵۹ء اپنے دور کے معروف روحانی پیشوا تھے اور اپنے آبائی وطن باجوڑ[۱] میں سکونت رکھتے تھے۔ اس وقت اس علاقے میں کوئی منظم حکومت قائم نہ تھی، آئے دن انقلابات اور قبائلی کشمکش کی وجہ سے ہر جگہ افراتفری اور بدامنی کا دور دورہ تھا۔ حضرت کلاخانؒ ایک عابد و زاہد صوفی تھے، انتشار و فساد کو نفرت کی نگاہ سے دیکھتے تھے۔ لہٰذا یہاں کے حالات سے بددل ہو کر گوشۂ عافیت کی تلاش میں ہندوستان کا رُخ کیا حدود ۱۰۴۱ھ/۱۶۳۱ء میں لاہور وارد ہوئے۔ تاجدار ہند شاہجہان (متوفی ۱۰۸۶ھ/۱۶۷۵ء) لاہور میں مقیم تھے۔ اُن کو جناب کلاخانؒ کے ورود مسعود کی اطلاع ہوئی تو بڑے احترام و عقیدت سے ان کا خیر مقدم کیا؛ شاہانہ عنایات سے نوازا اور دریائے راوی کے کنارے آباد

۱۔ باجوڑ صوبۂ سرحد کے شمال میں واقع کوہستانی علاقے کا ایک خطہ ہے۔ اس کے شمال میں چترال، مشرق میں ضلع دیر اور سوات، جنوب میں مہمند اور اُتمان خیل قبائل کا علاقہ، اور مغرب میں افغانستان واقع ہے۔ یہ علاقہ تقریباً ۴۵ میل لمبا اور ۲۰ میل چوڑا ہے۔ اس کی آبادی ساڑھے تین لاکھ کے لگ بھگ ہے۔ ۱۹۷۲ء میں ایجنسی کا درجہ دیا گیا ہے۔ پورے علاقے پر ترکانی اور اتمان خیل قبائل قابض ہیں۔ افغانستان جانے کے لیے یہاں کی پہاڑیوں میں دو ایک راستے ہیں جن کے ذریعے بآسانی آمد و رفت ہوسکتی ہے ان راستوں کی اہمیت کا اس بات سے اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ سکندر اعظم، محمود غزنویؒ اور بابرؒ نے انہی راستوں سے ہو کر ہندوستان کی جانب اقدام کیا تھا۔

فرید آباد[۵۲] نامی قصبہ بطور جاگیر عنایت کیا۔[۵۳]

فرید آباد میں سکونت کے دوران حضرت کلا خان رح سادات خاندان[۵۴] کی ایک پاک دامن اور عفت مآب خاتون کے ساتھ رشتۂ ازدواج میں منسلک ہو گئے۔ اس خاتون کے ہاں ان کے فرزند دلبند ابراہیم خان رح پیدا ہوئے۔[۵۵]

بعد میں ابراہیم خان رح کو عبادت و ریاضت اور سلوک و طریقت کی بدولت ولایت و عرفان میں بلند مقام حاصل ہوا۔ اپنے دور میں لاہور میں آپ کی بزرگی اور ولایت کا خوب چرچا تھا اور دور دُور سے لوگ آپ کے پاس آکر فیض یاب ہوتے تھے۔[۵۶] انھوں نے ۱۰۹۲ھ / حدود ۱۶۸۱ء میں فرید آباد کے مقام پر اپنی جان جانِ آفریں کے سپرد کر دی۔[۵۷]

---

۵۲ آقائے شاہ علوی اپنی کتاب تاریخ پنجاب میں لکھتے ہیں کہ فرید آباد دریائے راوی کے کنارے آباد ایک قدیم شہر ہے اور سید و وال سے تقریباً تین میل کے فاصلے پر واقع ہے۔ زمانۂ قدیم سے راجپوتوں کا موروثی شہر ہے اور یہاں راجپوت قوم کا بھٹی قبیلہ آباد ہے۔ اس کا بانی محرم خان بھٹی ہے فرید آباد کے نزدیک ایک گزرگاہ ہے جو گزرگاہِ فرید آباد کے نام سے مشہور ہے (تاریخ پنجاب [قلمی] اورنٹیل لائبریری پنجاب یونیورسٹی لاہور ص ۵) اس شہر کو محرم خان نے اپنے فرزند فرید خان کے نام پر آباد کیا تھا۔ (روحانی رابطہ از عبد الحلیم اثر ص ۵۸۔۷)

آج کل فرید آباد نام کا کوئی شہر یہاں موجود نہیں۔ ممکن ہے دوسرے اکثر قصبوں اور شہروں کی طرح اس کا نام بھی کسی وجہ سے تبدیل ہو گیا ہو۔ کسی زمانے میں حضرت صاحبزادہ محمدی رح کے اجداد کی وجہ سے اس شہر کو بہت شہرت حاصل تھی [ملاحظہ ہو نور البیان (قلمی) از نور محمد قریشی ورق ۴۵]

۵۳ تفصیل کے لیے دیکھیے: توضیح المعانی (قلمی) از میاں محمد عمر چمکنی رح ورق ۵، رسالہ شجرۂ نسب (قلمی) از صاحبزادہ احمدی رح ورق ۳

۵۴، ۵۵ ابراہیم خان رح کی والدہ حضرت سید محمد گیسو دراز رح (متوفی ۸۲۵ھ) کی اولاد میں سے تھیں حضرت میاں محمد عمر چمکنی رح فرماتے ہیں کہ والدۂ ابراہیم ... من جہت النسب مسلسل بہ سید محمد گیسو دراز رح است و سید محمد گیسو دراز رح حسینی سید صحیح النسب است از اولاد حضرت بی بی فاطمۃ الزہرا (جاری ہے)

ابراہیمؒ کے فرزندِ سعادت مند حضرت میاں محمد عمر پشاوریؒ (متوفی ۱۱۹۰ھ/۱۷۷۶ء) بارھویں صدی ہجری کے مایہ ناز عالم و صوفی، عظیم مصلح، مدبّر، مورّخ اور کثیر التصانیف بزرگ گزرے ہیں۔ اُن کی مذہبی، علمی اور رفاہی خدمات، اسلام دشمن قوتوں کے خلاف جد و جہد بالخصوص پانی پت کا میدانِ کارزار سجانے اور کفارِ ہند کو شکستِ فاش دینے کے باب میں ان کا مرکزی کردار مسلمانانِ برصغیر کے لیے سرمایۂ فخر و ناز ہے۔[۵۸]

حضرت میاں محمد عمر چمکنیؒ (پشاوری) حدود ۱۰۸۴ھ/حدود ۱۶۷۳ء میں بمقام فرید آباد پیدا ہوئے۔ والد ماجد کی وفات کے بعد اپنے نانا ملک سعید خان چغرزئی کے ساتھ موضع چمکنی (پشاور) میں آکر سکونت پذیر ہوئے[۵۹]۔ حدود ۱۱۰۸ھ/حدود ۱۶۹۶ء میں موضع چمکنی میں آباد چغرزئی خاندان کی ایک خاتون کے ساتھ ان کا نکاح ہوا۔ ۱۱۰۹ھ/۱۶۹۷ء میں ان کے ہاں ایک فرزند پیدا ہوا جس کا نام "محمدیؒ" رکھا گیا۔

تحصیل علوم اور سلوک و تصوّف:

صاحبزادہ محمدیؒ زمانہ طفولیت ہی سے اپنے والدِ نامدار کے زیرِ تربیت رہے۔ علوم ظاہری کی تحصیل کے بعد ان کے دستِ حق پرست پر بیعت کی۔ علومِ باطنی کی تکمیل اور سلوک و طریقت کے منازل کامیابی کے ساتھ طے کرنے کے بعد طریقۂ نقشبندیہ عَلیہ میں اذن و خلافت سے سرفراز ہوئے۔ والد بزرگوار نے القائے فیض اور اجرائے سلسلہ کی خاطر ان کو اپنا جانشین مقرر فرمایا۔ چنانچہ جب ۱۱۹۰ھ/۱۷۷۶ء میں ان کا وصال ہوا تو صاحبزادہ موصوف مسندِ ارشاد و ہدایت پر جلوہ افروز ہوئے[۶۰]۔ تقریباً نصف صدی تک اپنے روحانی فیوض و انوار سے یہاں کی فضا کو منوّر و معطّر رکھا اور ۱۲۲۰ھ/۱۸۰۵ء میں جامِ وصال نوش فرمایا۔ ان کا مزار موضع چمکنی میں

خاتونِ جنّت رضی اللہ عنہا (المعانی (قلمی) از میاں محمد عمرؒ، ۱۱۵۸ھ ص ۲۴) نہایت عابدہ اور زاہدہ خاتون تھیں (رسالۂ شجرۂ نسب (قلمی) از احمدیؒ، ۱۲۲۳ھ ص ۷-۱۱) فرید آباد میں وفات پائی۔ (نور البیان (قلمی) از نور محمد، ۱۱۹۸ھ ورق ۴۹)

۵۶، ۵۷ رسالۂ شجرۂ نسب ص ۱۳، نور البیان ورق ۲۰، ۲۱، ۴۶

۵۸ تفصیلات کے لیے راقم کا مقالہ "حیات و آثار حضرت میاں محمد عمر چمکنیؒ" شائع کردہ ماہنامہ الحق مئی جون ۱۹۸۱ء ملاحظہ فرمائیں۔

۵۹ توضیح المعانی (قلمی) از میاں محمد عمر چمکنیؒ ص ۱۱، شجرہ نسب از احمدی ص ۸)

۶۰ نور البیان ورق ۲۷، مناقب میاں محمد عمر چمکنیؒ از مولانا دادین (قلمی) ورق ۷۶، ۱۵۹

اپنے والد کے احاطۂ مزار میں ہے۔

سن وفات حروف ابجد کے حساب سے "محمدی دخل الجنتہ" سے برآمد ہوتا ہے۔
۱۲۲۰

علمی مقام معاصرین کی نظر میں

صاحبزادہ محمدیؒ ایک جلیل القدر متبحر عالم تھے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو علوم ظاہری و باطنی دونوں سے وافر حصہ عنایت فرمایا تھا۔ صاحبزادہ احمدیؒ (متوفی ۱۲۳۳ھ/۱۸۱۷ء) نے ان کے علمی اور روحانی مراتب کا اظہار کرتے ہوئے ان کو عارف المعوارف، سالک مسالک الشوارف، مصدر اجمل الشمائل، منبع اشرف الجزائل، حلاّل اشکال الغامضتہ النتائج اور فتّاح اغلاق الصعبتہ المناہج جیسے شاندار القاب سے یاد کیا ہے[۱۱]

تمام مروّجہ علوم میں آپ کو کامل دستگاہ حاصل تھی۔ یہی وجہ ہے کہ ایک معاصر عالم مولانا مسعود گلؒ نے ان کو علوم و فنون کا "بحرِ موّاج" قرار دیا ہے[۱۲]

بحیثیت پیر و مرشد

صاحبزادہ محمدیؒ نے اپنے والد ماجد کے اخلاق و تعلیمات کو اپنے اندر پوری طرح جذب کر لیا تھا۔ ارشاد و ہدایت، علوم دینیہ کی نشر و اشاعت اور دین محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کی حفاظت کے باب میں گراں قدر خدمات انجام دی ہیں۔ معاصر علما و صوفیہ نے بحیثیت مُرشد ان کے کمال و جلال کو بے حد سراہا ہے۔ شیخ نور محمد قریشیؒ لکھتے ہیں: "علم و عرفان میں ان کو اپنے باپ کے تمام مراتب حاصل ہیں۔ ارشاد و تلقین میں دریا کے مانند فیاض اور ولایت و بزرگی میں سورج کی طرح نمایاں ہیں اور تشنگانِ حق ہر وقت ان (کے چشمۂ فیض) سے سیراب ہوتے ہیں[۱۳]

مولانا دادینؒ فرماتے ہیں! "آپ ولایت کے مرتبۂ عظمیٰ پر فائز اور علومِ باطنی کے تمام احوال و مقامات سے بخوبی آگاہ ہیں اور شریعت، طریقت، حقیقت اور معرفت کی دولت سے نوازے

---

۱۱ ملاحظہ ہو دیوان نجیب (قلمی) صفحۂ آخر، کتب خانہ پشتو اکیڈیمی پشاور یونیورسٹی ایضاً دیوان مصری خان (قلمی) صفحۂ آخر۔

۱۲ مناقب میاں محمد عمر چمکنیؒ از مولانا مسعود گل مطبوعہ فیض عام پریس، ۱۲۹۹ھ ص ۷۳-۷۴

۱۳ نور البیان ورق ۲، ۳، ۸، ۹

گئے ہیں [۱۴]

مولانا مسعود گل رحؒ لکھتے ہیں ! "صاحبزادہ محمدیؒ کے تمام اعمال و افعال شریعت کے مطابق ہیں۔ آپ سلف صالحین کے نقشِ قدم پر گامزن اور خلقِ عظیم سے مالا مال ہیں اور باطنی کمال میں بے نظیر و بے مثال ہیں [۱۵]

مقبولیت اور اثر و رسوخ

آپ نہایت با اثر اور قد آور شخصیت کے مالک تھے اور دور دور تک آپ کو مقبولیت حاصل تھی : تیمور شاہ درّانی (متوفی ۱۲۰۷ھ / ۱۷۹۲ء) کا دورِ حکومت تھا، پٹھان اس کی پالیسیوں سے بددل تھے ، لہٰذا ۱۱۹۰ھ / ۱۷۷۶ء [۱۶] میں فیض اللہ خان خلیل کی سرکردگی میں ایک دستے نے قلعہ بالاحصار (پشاور) میں داخل ہوکر تیمور شاہ پر قاتلانہ حملہ کیا۔ فیض اللہ خان کو ناکامی ہوئی اور گرفتار ہو کر قتل کر دیے گئے۔ تیمور شاہ کو شبہ تھا کہ یہ منصوبہ صاحبزادہ محمدیؒ کی ایما پر تیار کیا گیا ہے ، لہٰذا ان کی گرفتاری اور قصبۂ چمکنی کی تاراجی کا حکم صادر کر دیا گیا۔ مگر صاحبزادہ موصوف کا اثر صرف عوام تک محدود نہ تھا ، دولتِ درّانیہ کے اہل کاروں کی اکثریت "خانقاہ چمکنی" کی معتقد اور بہی خواہ تھی ، اس لیے درّانی امرا اور سرداروں نے تیمور شاہ کے اس حکم کی مخالفت کی جس کی وجہ سے اُس کو اپنا صادر کردہ حکم منسوخ کرنا پڑا [۱۷]

---

[۱۴] مناقب از دادین ورق ۱۲ ، ۱۲۰ ، ۱۵۶ ، ۱۵۸

[۱۵] مناقب از مسعود گل ص ۹۹

[۱۶] مورخین نے واقعۂ مذکورہ بالا کے وقوع کی تاریخ میں اختلاف کیا ہے ، چنانچہ گنڈا سنگھ نے اس واقعے کا سال ۱۲۰۶ھ / ۱۷۹۱ء بتایا ہے [احمد شاہ درّانی (انگریزی) مطبوعہ بمبئی ۱۹۵۸ء ص ۳۸۸] جی پی ٹیٹ یہ واقعہ ۱۱۹۲ھ / ۱۷۷۸ء میں بتایا ہے [دی کنگڈم آف افغانستان (انگریزی) مطبوعہ کراچی ۱۹۷۳ء ص ۹۰-۹۱] جب کہ بہادر شاہ ظفر کاکاخیل اور ڈاکٹر احمد حسن دانی نے اس حادثے کا سنِ وقوع ۱۱۹۳ھ / ۱۷۷۹ء بتایا ہے - [پختانہ د تاریخ پہ رنڑا کے (پٹھان تاریخ کی روشنی میں) مطبوعہ پشاور ۱۹۶۵ء ص ۸۹۱ - ۸۹۲ ، دی پشاور از ڈاکٹر دانی مطبوعہ پشاور ۱۹۶۲ء ص ۱۹]

راقم الحروف کے نزدیک یہ سنین محلِ نظر ہیں۔ اس لیے کہ تیمور شاہ درّانی کا درباری منشی مرزا ہادی خاں اِس واقعے کا سن ۱۱۹۰ھ / ۱۷۷۶ء بتاتے ہیں۔ اور معاصرت اور صاحبِ واقعہ سے قریبی تعلق (جاری ہے)

علمی وادبی خدمات

صاحبزادہ محمدیؒ ایک بلند پایہ صاحب قلم تھے، ان کی مؤلفات میں سے جو آج کل دستیاب ہیں ان کا مختصر تعارف حسب ذیل ہے:

۱۔ **برہان الاصول**: زیر نظر کتاب اصول فقہ پر عربی زبان میں ایک مختصر مگر جامع اور مدلل رسالہ ہے، اس میں فنِ اصول کے متقدمین اور متأخرین علما کی تصنیفات کی تلخیص کی گئی ہے اور تمام قواعد کلیہ اور جزئیہ کو صراحتاً اور بعض مقامات پر اشارۃً قلم بند کیا گیا ہے۔ کتاب کے آخر میں اہلِ سنت کے عقائد کو خاتمۃ الکتاب کے طور پر شامل کر دیا گیا ہے۔

یہ رسالہ صاحبزادہ محمدیؒ نے اپنے برادرِ اصغر حضرت صاحبزادہ احمدیؒ (متوفی ۱۲۳۳ھ / ۱۸۱۷ء) کی خواہش پر لکھا۔ ۱۶ر محرم بروز بدھ ۱۲۰۸ھ / ۱۷۹۳ء کو غروب آفتاب کے وقت اس کی ترتیب سے فراغت حاصل ہوئی اور لفظ "غروب" ہی سے اس کا سنِ تالیف برآمد ہوتا ہے۔

آغازِ کتاب یوں فرمایا ہے: الحمد للہ الذی أدار دوائر الفصول فی الدھور والادوار و کشف قناع الخفاء علی الفحول بکشف الاسرار والاستار واوصل الموجودات بمنتہی اصول الایجاد والتکوین واھدی العباد الی مناھج الملۃ والدین میسر المعسرات بکمال التیسیر و منور الظلمات بجمال التنویر ...... وبعد فیقول العبد الاحقر بتفضلات الابدی فقیر محمدی بن محمد عمر الچمکنی تاب اللہ ولمن حق لدیہ۔

کتاب کے آخر میں یہ عبارت درج ہے۔ "نسخۂ متبرکہ برہان الاصول از تصنیفات جدیدہ وتوالیف حدیثہ عمدۂ اعیان زمان وزبدۂ اکابر المعرفۃ والعرفان راسخ العلم والایقان بحرِ محیطِ حقائقِ معارف کونی والٰہی

کی بنا پر مرزا مذکور کے بیان کو ترجیح حاصل ہے۔ مرزا موصوف کا قطعۂ تاریخ حسب ذیل ہے۔

سال تاریخ وفوعش جستم ۔۔۔ از خرد آنکہ بود کار آگاہ
گفت با من ز فراست کہ بگو ۔۔۔ "شاہ دشمن شکن عالیجاہ"
۱۱۹۰ھ

[(تیمور شاہ درانی (فارسی) از عزیز الدین وکیلی طبع کابل ۱۳۴۶ھ ج ۱ ص ۲۱۲]

۱؎ دولتِ درانیہ از مولوی محمد رحیم بخش مطبوعہ قومی پریس دہلی ۱۳۲۱ھ ص ۵۶ - ۵۷

قاموس وسیط کوائف عوارفِ ارضی و سماوی وکماہی تحریر علوم شہیرہ وغریبہ المعنیٰ فنون نادرہ عجیبہ مرکزِ دائرۂ اشارات تحقیقی ینبوع زلال رموزی حقیقی المؤید بتائیدات الازلی والابدی صاحبزادہ میاں محمدی دام برکاتہٗ وزید حسناتہٗ در تاریخ بیست وسیوم ماہ شعبان المعظم در روز شنبہ ۱۲۱۰ھ بموجب ارشاد لازم الانقیاد ایشاں از دستِ فقیر حقیر پر تقصیر خان محمد تحریر وخلعتِ اختتام یافت ۔

برہان الاصول کے نسخے مندرجہ ذیل مقامات میں موجود ہیں ۔

(۱) کتب خانہ اسلامیہ کالج پشاور، پشاور یونیورسٹی

(۲) اورنٹیل لائبریری پنجاب یونیورسٹی، لاہور

(۳) کتب خانہ قاضی صدر الدین، ہری پور (ہزارہ)

۲ ۔ مقاصد الفقہ عبادات کے موضوع پر مختصر رسالہ ہے۔ صاحبزادہ موصوف نے صاحبزادہ احمدیؒ کی التماس پر عربی زبان میں لکھا۔ اس کا سن تالیف ۱۱۹۷ھ / ۸۲-۱۷۸۳ء ہے۔ بنیادی طور پر فقہ کے ایک مبتدی طالب علم کی استعداد کو مدنظر رکھ کر لکھا گیا ہے۔ مگر اس کا مقدمہ نہایت عالمانہ اور محققانہ انداز میں تحریر کیا گیا ہے جو کہ عربیت میں مصنف کی مہارت اور علوم کے میدان میں ان کے تبحر علمی پر ایک عمدہ ترین دلیل ہے ۔

اس کتاب میں اُنھوں نے اصولِ دین کو نہایت عام فہم طریقے پر بیان کیا ہے اور تمام فقہی مسائل کو حروفِ مقطّعات کی شکل میں جوامع الکلم رموز و اشارات کا استعمال کیا ہے۔ مثلاً ارکان خمسہ کے اظہار کے لیے "کصص حص" درج کیا ہے، جس میں "ک" کلمۂ توحید" ص اوّل" صلوٰۃ "ص دوم" صوم "ح" حج اور "ص سوم" صدقہ کے اظہار کی علامت ہے ۔ اسی طرح فرائض وضو کے لیے "ویمق" استعمال کیا ہے جس میں "و" سے وجہہ "ی" سے یدین "م" سے مسح راس اور "ق" سے قدمین کی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔ وقس علیٰ ہٰذا ۔

کتاب کا آغاز یوں فرمایا ہے ۔ رب یسر وتمم بالخیر ۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ط

الحمد للہ الّذی وقانا عن آفاتِ الجھل بوقائیۃ علومہٖ ونوّرنا من ظلمات الشکوکِ بھدایۃ نجومہٖ بیّن لنا احکام الشرائع ببدائع تبیینہٖ واظھر علینا خفیات الاسرار بجوامع رموزہٖ وتلقینہٖ۔ اطلعنا علیٰ غوامض العلوم بمعراج الدرایۃ وفجر لنا من ینا

بیع الحکمۃ بما فیہ من الکفایۃ والصلوٰۃ والسلام علیٰ سید الانبیاء و سند الاولیاء محمدؐ عین العنایۃ شفیع الامم لب الھدایۃ حبیب الواھب المختار رحمتہ للعالمین من الفجار والابرار وعلیٰ آلہٖ ۔ ۔ ۔ ۔ وبعد فان العبد المحتاج الی جناب الحضرۃ لاحدی فقیر محمدی بن فقیر محمد عمر الچمکنی الاحمدیؒ ملتہً والحنفی مذھباً والنقشبندی طریقۃ والاویسی استفادۃً۔

آخر میں یہ عبارت درج ہے: "بتاریخ رجب المرجب ۱۲۰۲ھ رسالہ مبارکہ مقاصد الفقہ از مصنفات ومؤلفات جناب فیض مآب، ہدایت انتساب، پیشوای رہروان منازل تحقیق، مقتدای سالکان مراحل تدقیق، قدوۃ الصالحین، زبدۃ العارفین، اسوۃ المحققین، عمدۃ المدققین
حضرت صاحب زادہ صاحب سجادہ صورت ومعنیٰ میاں محمدیؒ چمکنی دام برکاتہ' از دستخط فقیر حقیر فتح خاں پسر محمد سید ساکن چمکنی خلعت اختتام در برکشید و بہ اتمام رسید۔

اس کتاب کا ایک قلمی نسخہ پشتو اکیڈمی پشاور یونیورسٹی کے کتب خانہ میں محفوظ ہے۔ یہ نسخہ نہایت خوشخط ہے اور ساتھ فارسی زبان میں تحت اللفظ ترجمہ بھی کیا گیا ہے۔ اس کا دوسرا نسخہ پشاور یونیورسٹی کی سنٹرل لائبریری میں موجود ہے، جس کا کاتب محمد دین اور سن کتابت ۱۲ جمادی الثانی ۱۲۰۲ھ ہے

۳۔ <u>نعت النبی صلی اللہ علیہ وسلم</u>: اس میں عربی زبان میں سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کو خراج عقیدت پیش کیا گیا ہے۔ یہ کتاب کل اٹھائیس نعتوں پر مشتمل ہے۔ ہر نعت دس ابیات کو شامل ہے اور ہر بیت کے آخر میں کلمہ "لمحمدی" کا استعمال کیا گیا ہے۔ نظم کا نمونہ حسب ذیل ہے:

کفٌ کبحرٍ فی السخاءِ وجہاً کشمس فی الضیاء
عینٌ کصادٍ فی الصفاء قولُ الاصح لمحمدی

دینٌ قویمٌ صادقٌ عقلٌ فہیمٌ حاذقٌ
نطقٌ فصیحٌ واثقٌ خیرُ النصحِ لمحمدی

اس کتاب کا ایک نسخہ عبدالحلیم اثر ساکن تخت بھائی (ضلع مردان) کے پاس محفوظ ہے۔

۴۔ <u>صلوٰۃ محمدی صلی اللہ علیہ وسلم</u>: یہ منظوم درود ہے۔ زبان فارسی اور نظم کی شکل مخمس ہے۔ اس کا ایک نسخہ مولانا فضل صمدانی مرحوم کے کتب خانہ واقع بھانہ ماڑی پشاور شہر میں موجود ہے۔ دوسرا نسخہ پروفیسر ڈاکٹر سلیم صاحب سابق چیئرمین شعبۂ باٹنی کے پاس ہے۔ اوّل الذکر نسخہ ناقص الآخر اور بدخط ہے۔

اس میں ہر بند کا چوتھا مصرع "صلّوا علی محمدؐ" ہے۔ جب کہ موخر الذکر نسخے میں "صلوٰۃ بر محمد" کو چوتھے مصرعے کے طور پر استعمال کیا گیا ہے۔

نظم کا نمونہ درج ذیل ہے۔

کوہِ عُلا محمدؐ کانِ حیا محمدؐ
لعل جلا محمدؐ صلّوا علیٰ محمدؐ
تسلیم بر محمدؐ

بہ محمدی محمدؐ زِسر بدی محمدؐ
تو امجدی محمدؐ صلوٰۃ بر محمدؐ
تسلیم بر محمدؐ

نسخہ ۲ کے آخر میں حسب ذیل عبارت درج ہے:

تمام شد صلوٰۃ محمدی صلی اللہ علیہ وسلم از تصنیفات قطب العارفین، سراج السالکین، حضرت صاحبزادہ والا تبار الموسوم باسم السامی ولقب العظامی صاحبزادہ میاں محمدی زید توفیقاتہ، خلف حضرت غوث الزماں، قطب الدوران حضرت میاں صاحب چمکنی قدس اللہ اسرارہ، وشارع علی الطالبین انوارہ، وایں نقل از نسخہ اصل کہ از دست مصنف سلمہ اللہ علی الدوام زیب رقم یافتہ بود و نوشتہ شد۔

بتاریخ بیست و دوم شہر شعبان المعظم سنہ یک ہزار یک صد و نہ ۱۱۹۹ھ صورت اتمام یافتہ واز دست ملا عبدالغفار بتاریخ پانزدہم رمضان المبارک۔

۵۔ **ریاحین الصلوٰۃ فی بساتین البرکات:** کتاب کا موضوع درود شریف ہے۔ نصر اللہ خان نصر مرحوم نے اس کتاب کو صاحبزادہ محمدیؒ کی جانب منسوب کیا ہے [۱۸] جب کہ عبدالحلیم اثر صاحب اس کتاب کو حضرت میاں محمد عمر چمکنیؒ کے برادر زادہ حضرت صاحبزادہ باز گلؒ (متوفی ۱۲۰۰ھ / ۱۷۸۵ء) کی تصنیف بتاتے ہیں [۱۹] چونکہ تلاش بسیار کے باوجود یہ کتاب راقم الحروف کو نہیں ملی اس لیے وثوق کے ساتھ اس کے بارے

---

۱۸ اولیائے سرحد از نصر اللہ خان نصر (پشتو) ص ۱۴

۱۹ روحانی رابطہ از عبدالحلیم اثر (پشتو) ص ۷۷

میں دعویٰ نہیں کیا جا سکتا۔ واللہ اعلم

بحیثیت ادیب و شاعر

صاحبزادہ محمدیؒ ایک نکتہ دان و نکتہ سنج سخن ور اور نازک خیال شاعر تھے۔ حال ہی میں ان کے پشتو دیوان کا ایک نسخہ دستیاب ہوا ہے جو قلندر مومند صاحب کے پاس محفوظ ہے۔ اس دیوان پر تفصیلی تبصرہ کرنا تو ماہرین فن کا کام ہے۔ البتہ مختصراً اتنا عرض ہے کہ آپ پشتو زبان کے ایک قادر الکلام شاعر تھے۔ ان کا دیوان فن شاعری کی تمام خوبیوں سے آراستہ ہے اور ان کا ضخیم مجموعۂ غزلیات شاہد ہے کہ یہ پشتو کے غزل گو شعرا میں سے ہیں۔

ان کے کلام کے مطالعہ سے یہ بات صاف معلوم ہوتی ہے کہ ان کا سینہ عشقِ الٰہی اور عشقِ حبیب صلی اللہ علیہ وسلم سے لبریز ہے اور حقیقت یہ ہے کہ ان کا کلام سوختگانِ عشقِ محمدیؐ کا آئینہ دار اور آنحضرت کی محبت کا مرقع ہے۔

انہوں نے اپنے فن کو عشقِ حقیقی کے حصول و اظہار کا ذریعہ بنایا اور اپنی شاعرانہ صلاحیتوں کو بروئے کار لا کر وارداتِ قلبی، کیفیاتِ عشق، روح کی سوز و گداز اور حُسن و عشق کی ارتباط کی روحانی اقدار کو بہت حد تک اُجاگر کر دیا ہے۔

ان کے کلام پر واعظانہ رنگ غالب ہے اور نہایت مؤثر اور دلکش انداز میں مسلمانوں کو اوصافِ رذیلہ کے ترک کرنے اور اوصافِ حمیدہ کے اختیار کرنے کی تاکید و تلقین فرمائی ہے۔

صاحبزادہ محمدیؒ معاصرین کی نظر میں

معاصر علما و فضلا اور ادبا و شعرا نے آپ کے کمالِ فن کو بہت سراہا ہے اور بحیثیت شاعر و سخندان کے آپ کو خوب داد دی ہے۔ اس دور کے نامور عالم و شاعر کاظم خان شیداؔ اپنے دیوان کے مقدمے میں لکھتے ہیں کہ: "مخدوم زادہ ولایت نژاد، نتیجۂ ہدایت و ارشاد میاں محمدی سلمہ اللہ تعالیٰ ۔۔۔ نکھری اور ستھری طبیعت اور سخن شناسی کا کامل سلیقہ رکھتے ہیں۔ دبدبۂ سخن آرائی میں اپنے ہمسروں سے میدان جیت لیتے ہیں اور اپنے ہم کار حریفوں کے پیشرو اور سردار ہیں۔"[۲۵]

---

[۲۵] مقدمہ دیوان کاظم خان شیداؔ، ۱۱۸۱ھ

مولانا گل محمد پشاوری نے مبدع قوانین نکات بدیع، مخترع آئین ابیات ترصیع فردوسی فصاحت اور سحبان بلاغت جیسے شاندار القاب سے یاد کیا ہے۔[۲۱]

مشہور شاعر بیدل نے بھی آپ کے کلام کی بہت تعریف کی ہے۔ بیدل چند نامور متقدمین شعرا کے کلام پر تنقید کے سلسلے میں "عبدالحمید بابا" کی تحسین کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ:

"خصوصاً عبدالحمید ان میں بے حد قابلِ ستائش ہیں۔ وہ ایک موشگاف اور نکتہ رس جوان ہیں" ظاہر ہے کہ بیدل عبدالحمید کے کمالِ فن کے معترف ہیں اور ان کو ایک دقیق النظر شاعر تسلیم کرتے ہیں۔ مگر اس کے باوجود وہ صاحبزادہ محمدیؒ کو عبدالحمید باباؒ پر ترجیح دیتے ہیں۔ فرماتے ہیں کہ:

"محمدی، عبدالحمید سے کمالِ فن میں کسی طرح کم نہیں بلکہ وہ میرے نزدیک اُن سے بڑھے ہوئے ہیں۔"[۲۲]

اسی طرح پشتو کے مشہور شعرا مولانا مسعود گلؒ اور عبدالعظیم باباؒ نے بھی آپ کے فن شاعری کی بہت تعریف کی ہے اور آپ کو پختہ کلام شعرا میں شمار کیا ہے۔[۲۳]

دورِ حاضر کے مشاہیر ادبا و شعرا کی نظر میں

موجودہ دور کے مشہور فضلا مثلاً عبدالحئی حبیبی، صدیق اللہ رشتین، ہمیش خلیل، عبدالحلیم اثر، خیال بخاری اور نصر اللہ خان نصر نے بھی بحیثیت شاعر صاحبزادہ موصوف کے کلام کی بہت تحسین و توصیف کی ہے اور آپ کے کمالِ فن، شیریں کلامی اور نازک خیالی کی بے حد داد دی ہے۔[۲۴]

---

[۲۱] دیوان نجیب (قلمی) صفحہ ۲ آخر، کتب خانہ پشتو اکیڈمی پشاور یونیورسٹی۔

[۲۲] دیوان بیدل مطبوعہ پشاور، ۱۹۵۷ء ص ۲۱۳

[۲۳] مناقب از مسعود گل ص ۴۳-۴۷، دیوان عبدالعظیم مطبوعہ پشاور ۱۹۵۸ء ص ۷۰-۷۱

[۲۴] ملاحظہ ہوں: پشتانہ شعرا از عبدالحئی حبیبی، تاریخ ادب پشتو از صدیق اللہ، ماہنامہ قند فروری ۱۹۶۷ء روحانی رابطہ از عبدالحلیم اثر، روہی ادب ج ۲ از محمد نواز طائر، سالنامہ اولس اکتوبر نومبر ۱۹۶۹ء اولیائے سرحد از نصر اللہ خان نصر۔

آپ ایک علم پرور طبیعت کے مالک تھے اپنے دور میں علم و ادب خصوصاً پشتو زبان کی گراں قدر خدمت کی ہے۔ معاصرین اور متقدمین شعرا کے دواوین اور مضامین جمع کر کے ان کی حفاظت و اشاعت کا اہتمام کیا۔ ادبا اور شعرا کی سرپرستی اور حوصلہ افزائی فرمائی جس کے نتیجے میں مشاہیر شعرا اپنے دیوان مرتب کر کے حضرت موصوف کی خدمت میں ارسال کرنے لگے تھے۔ آپ کی علم پروری اور سخن شناسی کا اتنا چرچا تھا کہ اس کی بازگشت رام پور (انڈیا) میں بھی سنائی دی تھی یہی وجہ ہے کہ کاظم خان خٹک نے اپنا دیوان ۱۱۸۲ھ / ۱۷۶۸ء میں پہلی بار مرتب کر کے آپ کی خدمت میں بھیج دیا تھا [۲۵]

آپ نے کتابت کا ایک مستقل ادارہ قائم کیا تھا جس میں خوش نویس اور نقاش کثیر تعداد میں تعینات کیے گئے تھے۔ یہاں پر علما و فضلا اور شعرا و ادبا کی تصانیف کی کتابت ہوتی تھی۔ آپ کے احباب و اصحاب شب و روز اس کام میں لگے رہتے تھے۔

کتابت کا یہ کام نہایت تیزی سے جاری رہتا۔ اس کا اندازہ اس بات سے لگایا جا سکتا ہے کہ دیوانِ نجیب کی نہایت خوشخط دو کاپیاں ایک ہی خوش نویس گل محمد پشاوری کے ہاتھ کی لکھی ہوئی ہیں۔ ایک کی تاریخ کتابت ۷ ربیع الاول ۱۱۷۸ھ / ۱۷۶۴ء ہے اور دوسری کی سلخ ماہ صفر ۱۱۷۸ھ ہے۔ اس طرح یہ دونوں کاپیاں تین ہفتے سے بھی کم مدت میں تحریر کی گئی ہیں۔

کتابت کے علاوہ تزئین و خوشنمائی کی خاطر نہایت جاذبِ نظر اور دلکش نقش و نگار کا انتظام بھی موجود تھا۔ دیوان سکندر خان اور دیوانِ مصری خان کے قلمی نسخے زبانِ حال سے اس بات کا ثبوت فراہم کرتے ہیں۔ یہ دونوں خوبصورت منقش دیوان پشتو اکیڈیمی پشاور یونیورسٹی کے کتب خانے میں موجود ہیں۔

صاحبزادہ محمدیؒ کو اپنے والد سے ایک عظیم کتب خانہ ورثے میں ملا تھا جس میں ہر فن کی بے شمار نایاب کتابیں موجود تھیں۔ آپ نے اس میں اور بہت سی قیمتی کتابوں کا اضافہ فرمایا تھا مگر افسوس کہ بعض لوگوں کی ناقدر شناسی اور غفلت شعاری کے سبب یہ کتابیں ضائع ہو گئیں اور سوائے چند کے باقی کا نام بھی معدوم ہو گیا ہے۔

---

۲۵ ملاحظہ ہو مقدمہ دیوان کاظم خان شیدا خٹک، ہفت پیکر (قلمی) از صاحبزادہ احمدیؒ (پشتو منظوم)

حضرت صاحبزادہ محمدیؒ کی ان ہی علمی، مذہبی اور رفاہی خدمات کا نتیجہ ہے کہ تقریباً دو صدیاں گزر جانے کے باوجود بھی آپ کا نام زندہ ہے اور انشاءاللہ تعالیٰ زندہ و تابندہ رہے گا۔

ے ہرگز نمیرد آنکہ دلش زندہ شد بعشق
ثبت است بر جریدۂ عالم دوام ما

تاریخ دولتِ فاطمیہ

مولانا رئیس احمد جعفری

ہمارے مورخوں نے اپنی کتابوں میں مصر کے فاطمیین کو وہ مقام نہیں دیا جس کے وہ ہر لحاظ سے مستحق تھے۔ حالانکہ فتوحات کی وسعت، اسلام کی تبلیغ، علم کی ترویج اور غیر مسلموں سے روادارانہ سلوک کے باعث وہ تاریخِ اسلام کا ناقابلِ فراموش حصہ بن چکے ہیں۔ اس موضوع پر اردو زبان میں یہ پہلی کتاب ہے جس میں پوری غیر جانب داری کے ساتھ فاطمیوں کے عقائد و اعمال اور ان کے سیاسی کارناموں کا مرقع پیش کیا گیا ہے۔

صفحات ۴۱۰ قیمت ۴۰ روپے

ملنے کا پتا : ادارۂ ثقافتِ اسلامیہ کلب روڈ لاہور